احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

بدھ 9 مئی 2012ء

روزنامہ

ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FR-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

بدھ 9 مئی 2012ء 17 جمادی الثانی 1433 ہجری 9 ہجرت 1391 ہش جلد 62-97 نمبر 107

حضرت لقمانؑ کا ارشاد

اے میرے پیارے بیٹے نماز کو قائم کر اور اچھی باتوں کا حکم دے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کر۔

(لقمان:18)

اخلاق عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال کی چشم دید شہادت ہے کہ:

’’قریباً 1872ء کا ذکر ہے میں چھوٹا تھا مرزا نظام الدین صاحب وغیرہ میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ میں عام طور پر حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود) کے والد صاحب کے گھر بوجہ رشتہ داری آتا جاتا تھا۔ میں ان کے پاس عام طور پر رہتا تھا مگر حضرت مرزا صاحب کی گوشہ نشینی کی وجہ سے میں یہی سمجھتا تھا کہ مرزا غلام مرتضٰی صاحب کا ایک ہی لڑکا غلام قادر ہے۔ مگر بیت الذکر میں میں مرزا صاحب کو بھی دیکھتا۔ میر ناصر نواب صاحب آیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ یہ اپنے مکان میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ دوسرے دن میں نے دیکھا کہ آپ نماز پڑھ کر گھر میں تشریف لے جا رہے ہیں میں آپ کے والد صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ میں بھی جلدی سے اٹھ کر آپ کی طرف گیا۔ آپ اپنے کمرہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کرنے لگے تھے کہ میں بھی جا پہنچا۔ آپ نے دروازہ کھول دیا اور دریافت کیا کہ کیا کام ہے؟ میں نے کہا میں ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھے وہاں بٹھایا اور دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے بتایا کہ لنگروال سے۔ اس کے بعد مجھے آپ کی واقفیت ہو گئی۔ آپ ایک بالاخانہ پر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور گھر سے جب روٹی آتی تو اس کی ایک کھڑکی سے بذریعہ چھینکا روٹی اوپر لے لیتے۔ اس کے بعد آپ سے مجھے انس ہو گیا اور گھر سے آپ کی روٹی میں لایا کرتا‘‘۔

’’میں آپ کے پاس ہی رہتا تھا اور اسی کمرہ میں سوتا تھا۔ آپ نے استخارہ بھی سکھایا۔ عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بعد گفتگو نہیں کرنی ہوتی تھی۔ صبح کو جو خواب آتی میں وہ آپ کو بتلا دیتا۔ آپ کے پاس فارسی کا ایک تعبیر نامہ بھی تھا آپ اسے دیکھتے تھے۔ آپ نے مجھے یہ بھی کہا کہ دونوں گھروں میں (مرزا امام دین اور آپ کا مکان مراد تھا) استخارہ کا طریق بتلا دو۔ اور اس طریق سے وہ سویا کریں۔ اور یہ بھی آپ نے کہا تھا کہ صبح جا کر ان کی خوابیں سنا کرو......۔

آپ بیت الذکر میں فرض نماز ادا کرتے۔ سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے عشاء کی نماز کے بعد آپ سو جاتے تھے اور نصف رات کے بعد آپ جاگ پڑتے اور نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد قرآن مجید پڑھنا۔ مٹی کا دیا آپ جلاتے تھے۔ تلاوت فجر کی (نداء) تک کرتے۔ جس کمرہ میں آپ کی رہائش تھی وہ چھوٹا سا تھا اس میں ایک چارپائی اور ایک تخت پوش تھا۔ چارپائی تو آپ نے مجھے دی ہوئی تھی اور خود تخت پوش پر سوتے تھے۔ فجر کی (نداء) کے وقت آپ پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے مجھے جگاتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دریافت کیا کہ حضور مجھے ویسے ہی کیوں نہیں جگا دیتے۔ آپ نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا اس سنت پر میں کام کرتا ہوں تا کہ جاگنے میں تکلیف محسوس نہ ہوں۔ نماز فجر کے بعد آپ واپس آ کر کچھ عرصہ سو جاتے تھے کیونکہ رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد اول ص121,120)

داخلہ عائشہ دینیات اکیڈمی ربوہ

دینیات کلاس میں داخلہ برائے فرسٹ سمیسٹر 2 مئی 2012ء سے شروع ہے۔ کلاسز کا آغاز 13 مئی 2012ء سے ہوگا۔

درخواستیں سادہ کاغذ پر بنام پرنسپل مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ بھجوائیں۔

نام۔ ولدیت۔ تعلیم۔ ایڈریس اور ٹیلی فون نمبر

داخلہ کیلئے کم از کم معیار میٹرک ہے۔ ایف۔اے بی اے پاس خواتین اور بچیاں بھی دینی وعلمی ترقی کیلئے داخل ہو کر استفادہ کر سکتی ہیں۔

دو سال میں چار سمیسٹرز کے دوران مختصر اور اہم نصاب پڑھایا جاتا ہے کورس کی کتابیں لائبریری سے مہیا کی جاتی ہے۔

فیس داخلہ 20 روپے اور ماہانہ فیس 10 روپے ہے۔

عمر کی حد مقرر نہیں ہے شادی شدہ خواتین بھی داخلہ لے سکتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ خواتین اور بچیاں داخل ہو کر مستفید ہوں۔

تمام درخواستیں عائشہ دینیات اکیڈمی 3/14 دارالعلوم غربی حلقہ ثناء میں بھجوائیں۔

(پرنسپل عائشہ اکیڈمی ربوہ)

ضرورت انسپکٹران

نظارت مال آمد میں انسپکٹران مال آمد کی چند آسامیاں خالی ہیں۔ جو احباب فیلڈ میں رہ کر خدمت دین کے جذبہ سے کام کرنا چاہتے ہوں وہ براہ کرم اپنی درخواستیں صدر جماعت کی سفارش سے ناظر مال آمد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کے نام بھجوائیں۔ امیدواران کی تعلیم ایف۔اے ہو اور عمر 23 سے 30 سال کے درمیان ہو۔

(ناظر مال آمد ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا انٹرویو بر موقع صد سالہ جوبلی 2008ء

خلفاء سے گہرا تعلق۔ ابتدائی تعلیم و تربیت۔ غانا میں خدمات۔ اسیری۔ روزمرہ معمولات۔

نوجوانوں اور عہدیداروں کو ہدایات۔ عالمی امور پر حضور کی گہری نظر اور مشورے

مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کو جماعت کے صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر 1989ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا تاریخی انٹرویو کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اسی طرح صد سالہ خلافت جوبلی 2008ء کے موقعہ پر بھی مجلس نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی انٹرویو کی سعادت حاصل کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت مجلس خدام الاحمدیہ کی درخواست کو منظور فرمایا اور اس انٹرویو کے لیے اپنا نہایت قیمتی وقت عطا فرمایا۔ چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کو دو نشستوں میں حضور کے تاریخی انٹرویو کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلی نشست 8 جنوری 2008ء کو ہوئی جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ سے زائد پر مشتمل تھا اور اس میں پچیس سوالات حضور کی خدمت اقدس میں پیش کئے گئے۔ دوسری نشست 8 فروری 2008ء کو ہوئی جس کا دورانیہ دو گھنٹے کے قریب تھا۔ ہر دو نشستوں میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بچپن، خاندانی حالات اور جماعتی خدمات کے حوالہ سے مختلف ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

اس تاریخی انٹرویو کیلئے محترم صاحبزادہ مرزا فخر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کے ساتھ محترم طارق احمد بی ٹی صاحب، محترم ٹامی کالون صاحب اور محترم ندیم الرحمٰن صاحب انٹرویو پینل میں شامل تھے۔ اس موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے مکرم طارق چوہدری صاحب نے فوٹوگرافی کی جبکہ ان قیمتی اور تاریخی لمحات کی ریکارڈنگ کی سعادت ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے کارکن مکرم خالد کرامت صاحب نے پائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ تاریخی انٹرویو انگریزی اور اردو ہر دو زبانوں میں مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کے رسالہ ''طارق'' کے خلافت جوبلی نمبر 2008ء اور پھر تشحیذ الاذہان جنوری فروری 2012ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ تاریخی انٹرویو اردو زبان میں حضور انور کی ہدایات کی روشنی میں نظر ثانی کے بعد احباب جماعت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(قسط اول)

انٹرویو نشست اوّل مورخہ

8 جنوری 2008ء

صدر صاحب: حضور کیا آپ اپنے بچپن کے بارے میں ہمیں بتا سکتے ہیں۔ کچھ ایسے نمایاں واقعات جو آپ بتانا پسند فرمائیں؟

حضور: ویسے تو میں پرانی باتیں یاد رکھا ہی نہیں کرتا۔ کئی باتیں ہیں مثلاً جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات ہوئی ہے تو میں پندرہ سال کا تھا اس وقت۔ اس سے پہلے چھوٹی عمر میں بھی ایک عزت اور احترام ہوتا تھا۔ باوجود اسکے کہ وہ میرے نانا تھے کبھی ہم جرأت نہیں کرتے تھے کہ ان کے سامنے بات کریں یا آرام سے چلے جائیں۔ بڑے احترام سے جانا، احترام سے بیٹھنا۔ دوسرا یہ کہ خلافت کا احترام بہت تھا اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جس نے میرے دل میں خلافت کا مزید احترام پیدا کر دیا۔ میرے دادا حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سب سے چھوٹے بھائی تھے، وہ ایک دن مجھے ساتھ لے گئے۔ (جب حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات ہوئی تو میں گیارہ سال کا تھا، اسکا مطلب ہے کہ جب مجھے ساتھ لے گئے تو میں نو یا دس سال کا تھا یا شائد اس سے بھی چھوٹا)۔ قصرِ خلافت میں ہم گئے، ربوہ میں (بیت) مبارک کی طرف سے دروازہ ہوتا تھا، خود وہ نیچے کھڑے ہو گئے اور مجھے اوپر بھیجا کہ جاؤ اور بتاؤ کہ میں ملنے آیا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ان دنوں بیمار تھے اور اوپر کمرے میں آرام کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ چھوٹا بھائی ہے تو چل کر گھر میں گھس گئے، پہلے کہا کہ اطلاع کرو جا کر۔ اس وقت حضرت چھوٹی آپا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ڈیوٹی پر تھیں۔ میں نے بتایا کہ دادا، ابا جان ہم کہتے تھے، ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے بلا لاؤ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی لیٹے ہوئے تھے تو وہاں چھوٹی آپا نے ان کے سرہانے کرسی رکھ دی کہ آئیں گے تو بیٹھ کر باتیں کر لیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ میں نیچے گیا اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو اوپر بلا لایا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب السلام علیکم کر کے بجائے کرسی پر بیٹھنے کے ان کی چارپائی کے ساتھ نیچے بیٹھ گئے اور پھر بڑے ادب سے احترام سے باتیں ہوئیں اور پھر وہ کھڑے ہوئے اور سلام کر کے اسطرح احترام سے نکلے ہیں ایک طرف سے ہو کے کہ اس وقت مجھے مزید خیال ہوا کہ یہ ہے خلافت کا احترام جو عملی شکل میرے دادا نے مجھے دکھائی۔ جس جس طرح عمر بڑھتی گئی تو پھر ہمیں احترام کی وجہ سے اور زیادہ جھجک پیدا ہوتی گئی۔ خوف ڈر نہیں تھا بلکہ جھجک احترام کی وجہ سے ہوتی تھی۔

طارق بی ٹی: آپ نے فرمایا ہے کہ وہ آپ کے نانا تھے اور رشتہ داری کا بھی ایک لحاظ ہوتا ہے؟

حضور: وہ میرے نانا تھے اور نانا ہونے کی بے تکلفی کی وجہ سے مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ وہ مذاق بھی کرتے تھے اور Enjoy بھی کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ہم میں جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ہم بھی اسی طرح آگے سے جواب دے دیں، جیسے ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بچے آگے سے جواب دے رہے ہوتے ہیں۔

طارق بی ٹی: آپ کی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کیسے Relationship تھے؟

حضور: (ٹومی کاہلوں کی طرف انگریزی میں) کیا آپ کو سمجھ آئی؟

حضور: کیسی Relations تھیں بہن بھائیوں کے ساتھ؟ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا اور سب سے چھوٹے بھائی بہن جو ہوتے ہیں ان میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر کوئی جو بڑا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا یہ کام کر دو اور میرا یہ کام کر دو۔ لیکن بہرحال ہم بہن بھائیوں میں تعلق بھی بڑا تھا خاص طور پر میری سب سے بڑی بہن جو ہیں اور میرے سے Immediate بڑے بھائی جو ہیں ان سے میرا خاص تعلق تھا اور باقی بہن بھائیوں کا بھی احترام اور ادب وغیرہ بڑا تھا۔ کبھی تُو تکار نہیں کی، کبھی بھی سامنے اونچی آواز میں نہیں بولے۔

صدر صاحب: حضور بچپن کا کوئی ذاتی یا جماعت کے حوالہ سے ایسا واقعہ جو پھوپھی یا بہن بھائیوں کے ساتھ ہو جسے حضور Share کرنا چاہیں۔

حضور: تربیت ہماری یہ تھی کہ بچپن سے ہی اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کے ساتھ منسلک تھے اور میرے بڑے بھائی زعیم محلّہ تھے، وہ خدام الاحمدیہ میں جاتے ہی زعیم بن گئے تھے اور میں ابھی اطفال میں تھا۔ وہ تین سال بڑے تھے۔ زعیم ہونے کے لحاظ سے میں ان کی اور بھی عزت کرتا تھا۔

طارق بی ٹی: تو کیا اس طرح وہ آپ کو

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

Instructions بھی زیادہ دیتے تھے؟

حضور: نہیں۔وہ اس طرح نہیں بلکہ جس طرح باقیوں کو نارمل Treat کرتے تھے اسی طرح مجھے بھی کرتے تھے۔

صدر صاحب: حضور کی Hobbies اور Interests کے بارہ میں کچھ جاننا چاہتے ہیں۔

حضور: As such تو میری کوئی بھی Hobbies نہیں تھیں مگر باقاعدہ گیم ہم ضرور کیا کرتے تھے۔ دوسرے ہمارے والد صاحب کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ ہر ہفتہ میں چھٹی کے دن وہ شکار پر جاتے تھے اور ہمیں ساتھ لے جاتے تھے۔ شروع کے زمانے میں ربوہ میں کچی سڑکیں ہوتی تھیں اور ربوہ کے ساتھ کا علاقہ جنگل کی طرح تھا۔ہمارے بچپن میں اتنا آباد نہیں ہوا تھا۔ ہم پیدل ہی جاتے تھے اور ربوہ سے باہر نکلتے ہی شکار شروع ہوجاتا تھا۔اب تو ربوہ میں اتنی ایئر گنز ہیں کہ انہوں نے شکار کو ختم ہی کر دیا ہے۔

طارق بی ٹی: کوئی خاص چیز جس کا شکار کیا کرتے تھے؟

حضور: فاختہ، خرگوش، تیتر اور اس کے علاوہ کبوتر بھی مل جایا کرتے تھے۔اس لئے بچپن سے ہی اس کا شوق تھا۔ ہمارے پاس ایئر گن ہوتی تھی۔ہم دونوں بھائی کچھ فرق سے تھے اس لئے خود بھی نکل جاتے تھے۔ جلسے کے بعد وہاں پرالی آیا کرتی تھی، Rice stalk کو پرالی کہتے ہیں۔ وہ وہاں پڑی ہوتی تھی اور اس میں فاختائیں اور چڑیاں وغیرہ بہت آتی تھیں۔ ایئر گن ہوتی تھی اس سے (ہم) بڑے نشانے لیا کرتے تھے۔اس کے بعد خوب بھون کر اس کے تکے بھی بنا کر کھایا کرتے تھے۔

بہر حال اس لحاظ سے یہ (شکار) بھی ایک ہابی رہی کہ بڑے ہوکر جب بھی وقت ملتا تھا یا سیزن آتا تھا تو ہفتہ میں ایک دفعہ ضرور شکار کیلئے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ شام کو ہم باقاعدہ گیمز بھی کرتے تھے۔ ہمارے گھر کے سامنے گراؤنڈ ہوتی تھی۔اس وقت بہت گھر نہیں بنے ہوئے تھے بس شروع کے چند ایک گھر تھے اور ایک بہت بڑا خالی میدان ہوتا تھا۔ وہاں بڑے کرکٹ کھیلا کرتے تھے اور ہم بیٹھ کر ان کو دیکھا کرتے تھے۔اسکے بعد ہی شاید شوق Develop ہوگیا۔ فخر (صدر صاحب خدام الاحمدیہ یوکے) کے دادا کی ایک ٹیم ہوتی تھی اور وہ اس کے کیپٹن ہوتے تھے۔اس میں ان کے بھائی اور بہت سے اور لوگ کرکٹ کھیلتے تھے۔اکثر ان میں سے فوت ہو چکے ہیں یا اسی پچاسی سال کی عمر کو Touch کر رہے ہیں۔ ہم سارا دن بیٹھ کر ان کو دیکھا کرتے تھے۔مستقل گیم کرکٹ یا بیڈمنٹن وغیرہ باہر جا کر کھیلتے رہے ہیں۔

طارق بی ٹی: کیا شکار کا شوق آپ کو بچپن سے ہی تھا؟

حضور: ابا کے ساتھ جا جا کر بچپن سے ہی شوق ہوگیا تھا۔ بلکہ بعض دفعہ ہمیں اتنا چلاتے تھے کہ ہم لوگ تھک جاتے تھے۔جس دن خرگوش کا شکار ہوتا تو اس دن مشکل پڑ جاتی تھی کیونکہ اٹھا کر لانا بڑا مشکل ہوتا تھا۔

طارق بی ٹی: یہاں کے لوگ بہت نرم دل ہیں۔صدر صاحب سے بھی عموماً یہی بات ہوتی ہے کہ چھوٹی سی عمر میں سکولوں میں ایسا نرم دل بنا دیتے ہیں کہ شکار کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔

حضور: آپ نرم دل ہیں؟ یہاں تو شکار کا میگزین آتا ہے۔ اس میں بارہ سال کے بچے بچیاں بڑی اچھی شوٹنگ کر رہے ہوتے ہیں۔

ٹومی: حضور میں ان واقعات اور روحانی تجارب کے بارہ میں جاننا چاہوں گا جن کا مشاہدہ آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی کے زندہ ثبوت کے طور پر اپنے بچپن کی عمر میں کیا؟

حضور: بچپن اور ابتدائی عمر سے تعلق رکھنے والے واقعات تو بہت ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ اسوقت کا ہے جب میں پندرہ سال کا تھا۔ اس وقت دسویں جماعت کا امتحان جسے میٹرک بھی کہتے ہیں ہوا کرتا تھا، اب بھی ہوتا ہے۔سیکنڈری بورڈ کے امتحان کا یہ پہلا تجربہ ہوا کرتا ہے اس سے پہلے اگرچہ سکول میں امتحان ہوتے ہیں لیکن میٹرک کیلئے بورڈ کے امتحان میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ اس امتحان میں میرا Maths کا پیپر بہت خراب ہوا تھا اور بظاہر کوئی امید نہیں تھی کہ میں اس سال میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہوسکوں گا۔ چنانچہ اس کا ایک ہی حل تھا کہ خدا کے آگے جھکا جائے۔ اس لئے رزلٹ آنے تک تین ماہ کا جو وقت تھا اس میں میں نے بہت دعائیں کیں۔ یہ میرے لئے ایک قسم کا زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ آخر کار جب رزلٹ آیا تو میں امتحان میں پاس تھا۔ مجھے اس بات پر خوشی کے ساتھ ساتھ سخت تعجب تھا کہ آخر یہ کیسے ممکن ہوا کیونکہ ریاضی کا پرچہ جس میں، میں دس فیصد سے زیادہ نمبروں کی توقع نہیں کر رہا تھا اسمیں مجھے "C" گریڈ ملا۔ پھر کچھ دیر بعد جا کر پتہ لگا کہ چونکہ اس سال ریاضی کا سخت اور مشکل پرچہ ڈالا گیا تھا اس لئے کئی سٹوڈنٹس کی طرف سے اسکے متعلق آواز اُٹھائی گئی تھی چنانچہ سیکنڈری بورڈ نے Grace Marks دینے یا پرچوں کی مارکنگ میں نرمی کرنے کا فیصلہ کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان دعاؤں کا فیض خود مجھے بھی پہنچا اور میرے علاوہ اس کا فائدہ دیگر سٹوڈنٹس کو بھی ہوا۔

ندیم الرحمٰن: حضور! حضرت مسیح موعود کے خاندان کا فرد ہونا حضور انور کی پرورش پر کس رنگ میں اثر انداز ہوا؟

حضور: میرا خیال ہے کہ میری پرورش اور تربیت میں خاندان کے دیگر افراد کی نسبت میری اپنی فیملی کا کردار اور اثر زیادہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہمارے گھر کا ماحول بہت دینی اور اصولوں اور نظم وضبط کی سختی سے پابندی کرنے والا ماحول تھا۔ اس لئے گھر کا کوئی فرد (دین حق) کی بنیادی تعلیم سے اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ابا مجھے نمازِ فجر کیلئے اٹھایا کرتے تھے اور اگر میں گہری نیند میں ہوتا تو وہ میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مارا کرتے تھے اس طرح میں گہری نیند سے اُٹھنے کے قابل ہوجاتا تھا۔ فجر کے بعد وہ مجھے اور میرے بھائی کو ورزش کرنے کو کہتے تھے اور خود بھی ورزش کیا کرتے تھے اور ہم انہیں Follow کیا کرتے تھے۔ تو بچپن کی ابتدائی عمر سے ہی Disciplined اور قواعد وضوابط کے مطابق زندگی تھی۔

طارق بی ٹی: حضور آپ نے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ذکر کیا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی پر ایک رول ماڈل کا اثر ہوتا ہے۔ ذاتی طور پر حضور انور پر کس کا سب سے زیادہ Influence تھا۔

حضور: ایک تو خلافت کے ساتھ تعلق تھا دوسرا پورے گھر کا ماحول ہی ایسا تھا۔ پھر ہمارے گھر میں ایک بات جس کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا وہ یہ تھی کہ چھوٹی عمر سے سولہ سترہ سال کی عمر تک یہ ہدایت تھی کہ مغرب کے بعد گھر سے باہر نہیں نکلنا۔ باوجود اسکے کہ ہمارے اردگرد دائیں بائیں اپنے لوگ ہی ہمسائے تھے اور گھروں کے بیچ میں دروازے کھلا کرتے تھے۔ لیکن ہمیں ہدایت تھی کہ عشاء کے بعد فوراً گھر آنا ہے اور آس پاس دوسروں کے گھر نہیں جانا۔ رات کے وقت جو لڑکے آوارہ گردی کرتے رہتے ہیں اور پھر خراب ہوجاتے ہیں، اس وجہ سے یہ ہدایت تھی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ جب میرے بھائی کالج میں FSc میں پڑھتے تھے، اس وقت کالج میں یونین الیکشن ہو رہے تھے تو وہ دوپہر کو گھر نہیں آئے۔ ہمارے والد صاحب یہی سمجھے کہ کوئی پریکٹیکل ہے، کیونکہ اس وقت دوپہر سے شام تک پریکٹیکل ہوا کرتے تھے۔ لیکن جب مغرب کا وقت گزر گیا اور بھائی اس وقت تک گھر نہ آئے تو انہوں نے پتہ کرنے کیلئے کالج فون کیا تو پتہ لگا کہ بھائی کالج کی الیکشن Campaign میں شامل تھے اور اس کیلئے کوئی Planning وغیرہ ہو رہی تھی، اس لئے وہ گھر نہیں آئے۔ چنانچہ جب واپس آئے تو ابا نے کہا کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ جو کرنا ہے مغرب سے پہلے پہلے کرنا چاہیے۔ مغرب کے بعد کوئی کالج واج نہیں، تو یہ چیزیں جو تھیں۔ اگر عقل ہو تو دوسروں کو دیکھ کر انسان خود سیکھ لیتا ہے۔

صدر صاحب: (رفقاء) میں سے حضور کو کونسے بزرگ یاد ہیں؟

حضور: (رفقاء) میں سے حضرت مولانا راجیکی صاحب کے پاس بھی میں گیا ہوں اور انہیں میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک تہ خانہ میں کمرہ بنایا ہوا تھا۔ ادھر بیٹھے رہتے تھے، وہیں دعائیں کرتے تھے۔ جو بھی آتا تھا تو دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ میں بھی دعا میں شامل ہوا۔ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بھی ابا کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ اس وقت جمعہ (بیت) مبارک میں ہوا کرتا تھا، (بیت) اقصیٰ نہیں بنی تھی۔ ان کے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرتا تھا، میں کچھ سات آٹھ سال کا تھا جب ان کی وفات ہوئی۔

پھر ہمارے مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب جو تھے ان کا آنا جانا بھی کافی تھا۔ مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب وہ ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے فارم پر سندھ میں رہے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سندھ دورے پر گئے۔ میرا خیال ہے شاید کپاس کی فصل تھی، دیکھ رہے تھے کہ ایکڑ کی کتنی Yield نکل آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ اتنی نکل آئے گی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور عبدالرحیم درد صاحب آپس میں انگریزی میں باتیں کرنے لگے کہ مولوی صاحب کو شاید سمجھ نہ آئے کہ یہ ایسے ہی کہتے ہیں اتنی نہیں نکل سکتی۔ مولوی صاحب تو سمجھتے تھے، وہ کہنے لگے میاں صاحب اتنی نکل آئے گی کیونکہ میں نے اس فارم کے ہر کونے میں دو دو نفل پڑھے ہوئے ہیں۔ مجھے دعاؤں کا اتنا یقین ہے کہ انشاءاللہ اتنی نکل آئے گی، اور نکلتی بھی تھی اتنی۔ تو پرانے بزرگوں کی ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کا دعاؤں پر اتنا یقین تھا اور دعاؤں سے بہت کام لیتے تھے۔

ٹومی: حضور بطور طالب علم کیسے تھے؟

حضور: بہت ہی کمزور طالبعلم تھا اور اپنے تمام ساتھیوں میں سے سب سے کمزور ترین طالبعلم تھا۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں نے میٹرک کا امتحان کس طرح پاس کیا تھا۔ دسویں کا امتحان پاس کرنے کے بعد، جیسا یہاں GCSE ہوتی ہے میں نے مزید تعلیم کیلئے میڈیکل سائنس کے مضامین منتخب کئے جنہیں پری میڈیکل سائنس کے مضامین کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ میں ایک کمزور طالب علم ہوں میری ہمت بلند تھی البتہ میں ان مضامین میں چل نہ سکا۔ لہٰذا دو سال بعد میں نے ان مضامین کو چھوڑ کر آرٹس کے مضامین غالباً پولیٹیکل سائنس اور اکنامکس رکھ لئے۔ اِسکے باوجود بھی میں بورڈ کا امتحان پہلی کوشش میں پاس نہیں کر سکا اور ان میں سے ایک مضمون میں مجھے دوبارہ بیٹھنا پڑا۔ گریجوایشن کے وقت بھی یہی کچھ ہوا اور دوسری کوشش میں ہی کامیاب ہوسکا۔ اس کے بعد میں ایگریکلچر یونیورسٹی میں چلا گیا کیونکہ بچپن سے ہی اسکے ساتھ میری

دلچسپی تھی میں آغاز سے ہی اپنے ابا کے ساتھ ان کے زرعی فارم پر جایا کرتا تھا اور وہاں دن بھر ٹریکٹر چلاتا تھا۔ کچھ دن ایسے بھی ہوتے جب میں چھ سے سات گھنٹے ٹریکٹر چلاتا تھا ایک دفعہ تو مسلسل دس گھنٹے تک میں نے ٹریکٹر چلایا۔ گوکہ زرعی یونیورسٹی میں میری تعلیمی کارکردگی بہت اچھی نہ تھی پھر بھی میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوگیا۔ اتنے اچھے طور پر امتحان پاس کرنے میں میں کیونکر کامیاب ہوا، میرے خیال میں اسکے پیچھے میری دعائیں اور مستقبل کیلئے میرے اچھے ارادے ہی تھے!

اب اس موضوع پر میں مزید کہنے کی بجائے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب میں نے زندگی وقف کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اللہ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ میں ایسا اسی صورت میں کرونگا اگر ایم ایس سی (MSc) کے فائنل امتحان میں میری First Division آئے۔ میرے خیال میں یہ رزلٹ اسی دعا کا نتیجہ تھا۔

ندیم الرحمٰن: گزشتہ خلفاء کے ساتھ ایسی یادیں جو حضور کو مستحضر ہوں؟

حضور: جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تعلق ہے انکے بارہ میں میں پہلے ہی بیان کرچکا ہوں۔ وہ بیمار تھے اور تقریباً 6 سال تک صاحبِ فراش رہے اور جب وہ فوت ہوئے اسوقت میں پندرہ سال کا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث میرے ماموں تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد میرے ساتھ انکی محبت اور شفقت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ جب میں یونیورسٹی میں تھا تو حضور نے مجھے فرمایا کہ میں وہاں سے ان کیلئے خالص شہد لے کر آؤں۔ یونیورسٹی میں ایک ڈیپارٹمنٹ تھا جس کا نام Apiculture Department تھا جس میں شہد کی مکھیاں پالنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ میں وہاں سے ان کیلئے خالص شہد لے کر آتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے مجھے کچھ پیسے دیئے میں نے کہا کہ ابھی رہنے دیں جب میں شہد لے آؤں گا تو تب پیسے لے لونگا انہوں نے کہا نہیں تم یہ پیسے لے لو کیونکہ میرا طریق ہے کہ جب میں کسی کو کہہ کر کوئی چیز منگواتا ہوں تو اسکی ادائیگی پہلے کرتا ہوں۔ اتفاقاً اس مرتبہ مجھے اس ڈیپارٹمنٹ سے شہد نہ مل سکا۔ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جو کہ احمدی تھے میں نے ان سے ذکر کیا کہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کیلئے شہد چاہیے۔ تو انہوں نے ایسا شہد لاکر دیا جس کے اندر چھتہ بھی موجود تھا جو کہ شہد کے خالص ہونے کی نشانی ہوتا ہے وگرنہ کئی شہد فروش شہد میں مختلف چیزوں کی ملاوٹ کرکے فروخت کردیتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ اس احمدی پروفیسر نے مجھ سے اس شہد کی قیمت نہیں لی تھی چنانچہ میں نے ایک بڑے سے جار میں وہ شہد لاکر دیا اور 20 روپے جو حضور نے مجھے شہد کیلئے دیئے تھے واپس دینے چاہے تو حضور نے فرمایا کہ میں دی ہوئی رقم واپس نہیں لیا کرتا۔ یہ پیسے تمہارے ہیں خواہ شہد دینے والے نے تم سے رقم لی ہو یا نہ لی ہو۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے اپنی زندگی وقف کرنے کا فیصلہ کیا تو تحریک جدید کے کارکنان نے فیصلہ کیا کہ انہیں اس مضمون کے Qualified کی ضرورت نہیں۔ ان کے خیال میں نہ ہی وہ مجھے دفتری کام سونپ سکتے تھے اور نہ ہی انہیں افریقن ممالک میں ہمارے سکولوں کیلئے اس مضمون کے کسی ٹیچر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ حضور نے وہ خط تحریک جدید کو کارروائی کیلئے بھجوا دیا۔ تحریک جدید والوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں عرض کی کہ فی الوقت انہیں اس لڑکے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کوئی اور کام میرے سپرد کرنے کو کہا۔ جب یہ جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ **"تمہیں اسکی ضرورت نہیں مگر مجھے اسکی ضرورت ہے۔"** پھر آپ نے مجھے نصرت جہاں سکیم کے تحت غانا افریقہ جانے کا ارشاد فرمایا۔ غانا روانگی کے وقت جب میں حضور سے ملنے گیا تو حضور نے مجھے گلے لگایا اور کسی خلیفہ سے گلے ملنے کا یہ میرے لئے پہلا موقعہ تھا۔ بہرحال اس موقعہ پر حضور نے ایک یہ بات بھی فرمائی کہ غانا کو گولڈ کوسٹ بھی کہا جاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ تم وہاں کسی جگہ چل رہے ہو اور تمہارے جوتے کی نوک کسی چیز سے ٹکرائے اور تم بیٹھ کر دیکھو تو تمہارے پاؤں کے نیچے سونا موجود ہو۔ ایک نہایت اہم بات جو آپ نے مجھ سے فرمائی وہ یہ تھی کہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ تم غانا ایک واقف زندگی کے طور پر جارہے ہو اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تم حضرت مسیح موعود کے خاندان سے تعلق رکھتے ہو اس لئے لوگوں کی نظریں تم پر ہونگی لہٰذا ہمیشہ اپنے اللہ کو یاد رکھنا کوئی ایسا کام نہ کرنا جو (دین حق) کی تعلیم اور احمدیت کی روایات کے خلاف ہو۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حوالہ سے ایک بات تھی اگرچہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی یادیں ہیں۔

جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا تعلق ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا بچپن سے ہی آپ سے ایک بہت قریبی تعلق تھا۔ مجھے یاد ہے کہ 1972ء میں یعنی آپ کے خلیفہ منتخب ہونے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ ہم نے الگ الگ مری جانے کا پروگرام بنایا لیکن اتفاقاً مری میں ایک جگہ ہمارا اکٹھا چند دن کا پروگرام بن گیا۔ وہاں میں آپ کے ساتھ مل کر ہائیکنگ اور کوہ پیمائی کرتا رہا۔ ہم نے سارا وقت بہت بے تکلفی کے ماحول اور Relaxed mood میں گزارا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو میں اس وقت غانا میں تھا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ بننے کے بعد آپ سے میری پہلی ملاقات یہاں لندن میں 1985ء میں ہوئی جبکہ میں غانا سے ربوہ جاتے ہوئے لندن میں دو دن کے لئے رکا تھا۔ گوکہ خلیفہ بننے سے پہلے میں آپ سے بہت Free تھا لیکن اب آپ کی شخصیت مکمل طور پر بدل چکی تھی اور آپ کی نئی شخصیت کے واسطہ سے میرے انداز میں بھی ایک تبدیلی پیدا ہوچکی تھی۔

چنانچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے یہاں لندن میں ملا اور مختلف امور پر گفتگو بھی ہوئی مگر اب وہ پہلے والی بات نہ تھی۔ بعد میں حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم غانا واپس جانے کی بجائے ربوہ میں ہی رہو اور حضور نے وہاں ربوہ میں میری تقرری فرمادی۔ پھر حضور نے اپنے کچھ نجی کاموں کی ذمہ داریاں بھی مجھے سونپ دیں۔ میں حضور کی سندھ، پنجاب اور دیگر جگہوں پر موجود زرعی زمینوں کی دیکھ بھال بھی کرتا تھا۔ پھر حضور نے مجھ پر اس قدر اعتماد کیا کہ یہ سارے کام میرے سپرد کر دیئے۔ جب کبھی میں کوئی مشورہ عرض کرتا تو حضور فوراً قبول فرمالیتے۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کچھ کہا یا کوئی تجویز پیش کی اور اس معاملہ میں کسی اور نے مجھ سے مختلف رائے دی ہو اور حضور نے میری بات اور میری تجویز کو منظور نہ فرمایا ہو۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ تو ذاتی امور کے متعلق بات تھی اس کے علاوہ حضور نے جماعتی معاملات میں بھی مجھ پر بہت اعتماد کیا۔ اور یہ آپ کا اعتماد ہی تھا کہ آپ نے مجھے ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا جو پاکستان میں سب سے بڑا جماعتی عہدہ ہے، میں ناتجربہ کار تھا اور کم عمر بھی تھا۔ اُس وقت حالانکہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار لوگ بھی موجود تھے جو مجھ سے کہیں زیادہ قابلیت رکھنے والے، روحانی لحاظ سے بلند مرتبت والے، ذہنی صلاحیتوں میں بھی بڑھ کر تھے اور بھی بہت سے Factors تھے مگر پتہ نہیں کیوں مجھے اس عہدہ پر مقرر فرمایا؟ شاید یہ تمام خدائی منشاء تھا یا حضور کا مجھ پر اعتماد اور آپ کی دعائیں تھی۔ پاکستان میں انتظامی امور کے چلانے میں کافی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر میں ان مشکلات پر قابو پانے میں بآسانی کامیاب ہوگیا۔

طارق بی ٹی: پاکستان میں خدام الاحمدیہ کے حوالہ سے بھی آپ کا ایک اہم رول رہا ہے۔ وہاں حضور کس کس عہدہ پر خدمات سر انجام دیتے رہے اور کون سا کام خاص طور پر آپ کیلئے Enjoyable تھا؟

حضور: مجھے خدام الاحمدیہ میں بھی کام کرنے کا موقع ملا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اطفال الاحمدیہ سے ہی بہت چھوٹی عمر میں یعنی سات سال کی عمر میں جبکہ اطفال الاحمدیہ کی عمر کو پہنچتے ہیں اور ذیلی تنظیم کے لحاظ سے اطفال الاحمدیہ کے معاملات میں شامل کیا جاتا ہے، مجھے کام کا موقع ملا۔ سب سے پہلے تو میں ایک عام سادہ سا طفل تھا۔ پھر 9 یا 10 سال کی عمر میں مجھے اپنے گروپ کا سائق مقرر کردیا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ سائق گروپ لیڈر ہوتا ہے۔ اس کے بعد مجھے منتظم اطفال کا سیکریٹری بنایا گیا اور پھر منتظم اطفال بنا پھر زعیم کی مجلس عاملہ میں بطور منتظم شامل ہوا۔ پھر زعیم بنا۔ اسکے بعد مہتمم مقامی ربوہ کی مجلس عاملہ میں ناظم عمومی مقرر رہا۔ پھر جب میں فیصل آباد ایگریکلچر یونیورسٹی چلا گیا تو یونیورسٹی کے حلقہ کا زعیم منتخب ہوا۔ مجھے یاد ہے اس وقت فیصل آباد شہر کی چالیس مجالس تھیں اور ان میں یونیورسٹی کے حلقہ کی چالیسویں پوزیشن ہوا کرتی تھی یعنی سب سے نچلی پوزیشن۔ یونیورسٹی کے حلقہ کی زعامت کا چارج لینے کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے تین مہینے کے بعد ہی ہم تیسری پوزیشن پر آ گئے تھے۔ اسکی ایک وجہ وہ تجربہ بھی تھا جو مجھے بچپن سے ہی مجلس کے کاموں کا ربوہ میں حاصل ہوا تھا۔ پھر جب میں اپنی تعلیم مکمل کر کے فیصل آباد سے ربوہ واپس آیا تو مجھے مہتمم صحتِ جسمانی مقرر کردیا گیا۔ اُس وقت خدام الاحمدیہ پاکستان کے صدر پوری دنیا کے خدام کے صدر ہوا کرتے تھے۔ اسکے بعد واقف زندگی کے طور پر غانا میں میری تقرری ہوگئی اور میں غانا چلا گیا۔ 1985ء میں غانا سے واپس آیا تو اسوقت محمود بنگالی صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھے۔ انہوں نے مجھے چند ماہ کیلئے مہتمم تجنید مقرر کیا اور پھر مہتمم صحتِ جسمانی اور پھر مہتمم بیرون مقرر ہوا۔ میرا خیال ہے کہ میں پہلا مہتمم بیرون تھا جسے پاکستان سے باہر کی مجالس کے دورہ پر بھجوایا گیا۔ مہتمم بیرون کے طور پر پہلی مجلس جس کا میں نے دورہ کیا یو کے کی مجلس تھی۔

طارق بی ٹی: یہ کس سال کی بات ہے حضور؟

حضور: یہ 1988ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت صفی صاحب قائد خدام الاحمدیہ یو کے ہوا کرتے تھے۔ یہاں محمود ہال میں میں نے خدام الاحمدیہ کی میٹنگ لی تھی۔ اس طرح میں پہلا مہتمم بیرون تھا جسے حضور کے نمائندہ کے طور پر جرمنی میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے افتتاح کیلئے بھجوایا گیا تھا۔ یہ بھی 1988ء کی بات ہے۔ پھر 1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے سسٹم میں تبدیلی فرمائی اور ہر ملک کا اپنا صدر خدام الاحمدیہ مقرر کرنے کی ہدایت فرمائی اور بیرونی مجالس کو ربوہ کے مرکز کی بجائے ان کی آزاد حیثیت میں براہِ راست اپنی نگرانی میں لے لیا۔

ٹومی: ان ابتدائی خدمات سے حاصل ہونے والے تجربات نے حضور کی بعد کی جماعتی ذمہ داریوں میں کیا مدد کی؟

حضور: یہی تو میں نے بتایا ہے کہ اگر آپ ابتدائی عمر سے ہی جماعتی کاموں کی تربیت حاصل کر لیتے ہیں تو آپ سیکھ جاتے ہیں کہ آپ نے

اطاعت کیسے کرنی ہے اور کس طرح دوسروں کو اپنی اطاعت کرنے والا بنا نا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ 1971ء میں جب میں نے اپنی گریجویشن مکمل کرلی تو میں نے پاکستان آرمی کیلئے اپلائی کیا۔ اگر چہ اسوقت بھی میری خواہش وقف زندگی ہی کی تھی لیکن چونکہ میرے نمبر اور گریڈ اتنے زیادہ اچھے نہ تھے اس لئے میں نے یہ سوچا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ چونکہ تم کچھ اور نہیں کر سکتے تھے اس لئے تم نے زندگی وقف کر دی ہے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ پاکستان آرمی جوائن کرلوں اگرچہ میں آخری ٹیسٹ میں جو کہ کوہاٹ میں ہوا تھا آرمی کیلئے Reject کردیا گیا۔ وہاں (آرمی جوائن کرنے کیلئے) بہت سے ٹیسٹ ہوا کرتے تھے۔ Preliminary test، میڈیکل ٹیسٹ، تحریری ٹیسٹ اور اور بہت سے ٹیسٹ اور پھر آخر میں ISSB کا فائنل ٹیسٹ ہوتا ہے یعنی Inter Services Selection Board Exam۔ اس غرض کیلئے آرمی میس کوہاٹ میں 3 سے 5 دن تک قیام کرنا ہوتا تھا جہاں بڑی گہرائی کے ساتھ آپ کو جانچا جاتا ہے۔ آپکا IQ چیک کیا جاتا ہے مختلف Tasks دیئے جاتے ہیں۔ میں ان سب میں بہت اچھے طور پر کامیاب ہو گیا لیکن جب ان کی طرف سے ایک Practical task دیا گیا تو مجھے یاد ہے میجر رینک کا جو افسر ہمارے گروپ کیلئے مقرر کیا گیا تھا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ اگر تم آرمی میں Select ہو جاتے ہو تو کیا تم فیلڈ میں Serve کرنا چاہو گے یا GHQ میں؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں اپنے وطن سے محبت کی خاطر آرمی جائن کرنا چاہتا ہوں اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور اپنے ملک کو ہر قسم کے دشمنوں سے بچانا چاہتا ہوں۔ اس لئے یہ بالکل صاف بات ہے کہ میدان جنگ ہو یا کوئی اور میدان جہاں مجھے مقرر کیا جائے وہاں اپنے ملک کی خدمت کروں گا۔

جب انہوں نے ہمیں مختلف گروپس میں تقسیم کرکے ہر ایک کو مختلف Tasks دیئے تھے، اس میں مختلف کام کرنے ہوتے ہیں۔ جیسے پُل بنانا، پہاڑوں پر چڑھنا اور دشمن پر حملہ آور ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے Tasks دے کر کارکردگی اور صلاحیت کو جانچا جاتا ہے۔ گروپ میں شامل ہر ایک فرد کو اس کی باری پر گروپ کو لیڈ کرنا ہوتا ہے۔ جب مجھے میری باری پر گروپ لیڈر بنایا گیا تو اُس میجر نے مجھ سے کہا کہ جب تم کسی گروپ لیڈر کے تحت اپنا کام سرانجام دے رہے تھے تو اس موقع پر اپنا کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گروپ لیڈر کو مسلسل مشورے اور تجاویز دے رہے تھے اور جب تم گروپ لیڈر بنائے گئے تو اس وقت بھی تم اپنے ماتحت ساتھیوں کو احکامات دے رہے تھے اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تم آرمی کی بجائے کوئی ایسا جاب تلاش کرلو جہاں تم دوسروں کو احکامات دے سکو۔

پس ابتداء سے ہی جب آپ اطفال الاحمدیہ یا خدام الاحمدیہ میں کام کر رہے ہوتے ہیں تو آپ مسائل کا سامنا کرنا اور انہیں حل کرنا سیکھتے ہیں۔ دوسروں کی راہنمائی کرتے ہیں اور اچھی تجاویز دینا سیکھتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ میں نے خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ میں سیکھا تھا۔

ندیم الرحمٰن: حضور آپ کو احمدیت کی خاطر اسیر رہنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے؟

حضور: میرا خیال ہے کہ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے چونکہ یہ لمبی داستان ہے اس لئے اسے آئندہ کے لئے چھوڑ دیں۔

صدر صاحب: جی حضور انشاء اللہ

پینل: جزاک اللہ حضور

حضور: السلام علیکم

انٹرویو نشست دوم مورخہ

8 فروری 2008ء

صدر صاحب:۔ حضور کو احمدیت کی خاطر اسیر ہونے کی بھی سعادت عطا ہوئی۔ کیا حضور ہمیں (اپنی اسیری کے) حالات و وجوہات کے متعلق آگاہ فرمائیں گے؟

حضور:۔ آپ پوچھنا چاہتے ہیں کہ مجھے قید کیوں کیا گیا اور یہ معاملہ کیا تھا؟ اصل معاملہ ہمارے شہر یا قصبہ ربوہ کے نام کی تبدیلی کا تھا۔ مولویوں کے مطالبہ پر پنجاب اسمبلی میں ربوہ کے نام کی تبدیلی کا معاملہ زیر بحث لایا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ ربوہ نام مسلمانوں کیلئے مخصوص ہے کیونکہ یہ لفظ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ربوہ کا مطلب ہے اونچی جگہ۔ بہرحال وہ اس نام کی تبدیلی چاہتے تھے پہلے انہوں نے صدیق آباد نام تجویز کیا مگر بعد میں انہیں خیال آیا کہ اس نام میں بھی اسلامی رنگ پایا جاتا ہے۔ آخر کار وہ چناب نگر کے نام پر متفق ہوئے۔ پنجاب اسمبلی نے یہ قرارداد پاس کی کہ ربوہ کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھ دیا جائے اور کسی کو آئندہ اسے ربوہ کہنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ربوہ کی مین شاہراہ پر کچھ سائن بورڈ لگے ہوئے تھے جن پر اس شہر کا نام ربوہ لکھا ہوا تھا۔ حکومت یا ٹاؤن کمیٹی کے اہلکاروں نے یا پولیس میں سے کسی نے ربوہ نام کے ان سائن بورڈز پر سفیدی پھیر دی تھی۔ کسی شخص نے ان سائن بورڈ پر جو یہ سفیدی پھیری گئی تھی اسے دھو دیا۔ ان دنوں یہ معاملہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان خاصی کشیدگی کا باعث بن گیا تھا۔ پھر ایک معاملہ یہ بھی اٹھایا گیا کہ ربوہ کے بس سٹینڈ کے سامنے لکھی ہوئی کچھ قرآنی آیات، مجھے اس وقت پوری طرح یاد نہیں کہ قرآنی آیات تھیں یا عربی زبان میں کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے، بہرحال کسی شخص نے، جس کا مجھے علم نہیں کہ وہ کون تھا، اس پر یا تو پینٹ کردیا یا پینٹ پھینک دیا۔ ایک شرارتی مولوی نے یہ آواز اٹھائی کہ مرزا مسرور احمد اور صدر عمومی کرنل ایاز احمد خانصاحب اور دو دیگر افراد نے یہ کام کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے خلاف ربوہ کے پولیس سٹیشن میں مقدمہ درج کرادیا گیا۔ مخالفین اس کیس میں دفعہ 295-C کے تحت کارروائی کرنا چاہتے تھے اور اس دفعہ کے تحت حتمی سزا موت ہو سکتی ہے یعنی پھانسی کی سزا دی جاسکتی تھی۔

اس بات کے پیش نظر ہماری ربوہ کی انتظامیہ یعنی صدر انجمن احمدیہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اجازت سے اس F.I.R کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ اس وقت میں عدالت کے سامنے پیش ہوا۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ یہ کیس واپس سیشن کورٹ بھیج دیا جائے جہاں یا تو ضمانت منظور کی جائیگی یا آپ کے کیس کی سماعت ہوگی۔ چنانچہ پہلے یہ کیس جھنگ کی سیشن کورٹ میں اور پھر چنیوٹ منتقل کر دیا گیا جہاں ہماری چار یا پانچ دفعہ پیشی ہوئی۔ ہمارے حق میں بہت سی شہادتوں اور دلائل کے باوجود جج نے ہمیں مجرم قرار دیکر جیل بھجوانے کا فیصلہ دیدیا۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ عدالت میں پولیس نہیں ہوتی مگر چونکہ پہلے سے یہ امر طے شدہ تھا اس لئے فیصلے سے پہلے ہی پولیس نے ہمیں گھیرا ہوا تھا۔ ہمیں پتہ تھا کہ کیا ہونے جارہا ہے۔ ہمارے دو ساتھی ماسٹر محمد حسین صاحب اور ایک لڑکا اکبر بھی ملزم قرار دیئے گئے تھے چنانچہ پولیس انسپکٹر نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو ہتھکڑیاں لگادیں۔ میں نے یہ دیکھا تو میں نے اپنے ہاتھ بھی آگے کر دیئے کہ ٹھیک ہے پھر مجھے بھی ہتھکڑی لگاؤ میں نے دیکھا کہ وہ انسپکٹر بہت گھبرایا ہوا اور شرمندہ تھا۔ کہنے لگا نہیں نہیں ہمیں صرف ان دونوں کو ہتھکڑی لگانے کو کہا گیا ہے آپ کو نہیں۔ ہم آپ کو صرف ان دونوں کے ساتھ پولیس سٹیشن لے جائیں گے۔ چنانچہ وہ ہمیں پولیس سٹیشن لے گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا (بیت) اقصیٰ میں جمعہ پڑھانے والے امام صاحب نے ہمارے خلاف ہونے والے کیس کا ذکر کردیا اور یہ بھی کہ ہمیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ جمعہ کے بعد قریباً سارا ربوہ پولیس سٹیشن کے باہر جمع ہو گیا۔ پولیس سٹیشن کے ہر طرف مرد، عورتیں اور بچے کھڑے نظر آتے تھے۔ ہمیں ایک رات ربوہ کے پولیس سٹیشن میں رکھا گیا اور پھر اگلے دن جھنگ لے جایا گیا۔ اصل کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

ہمیں جھنگ جیل لے جایا گیا اور جیل اہلکار ہمیں بیرکس کی طرف لے گئے۔ جب ہم اندر گئے تو وہاں دیکھا کہ بہت سے لوگ تھے جو مختلف جرائم کی وجہ سے وہاں رکھے گئے تھے۔ ان میں سے کئی ایسے بھی تھے جو دفعہ 302 میں گرفتار ہوئے تھے یعنی قتل میں ملوث ہونے کی وجہ سے وہاں جیل میں ڈالے گئے تھے۔ اسی طرح (ایک کالعدم جہادی تنظیم۔ ناقل) والے بھی تھے۔ ہم اپنے حلیوں اور چہروں سے ان سے مشابہت نہیں رکھتے تھے اور ان جیسے نہیں لگتے تھے۔ ہم نے پینٹ شرٹ اور ویسٹ کوٹ وغیرہ پہنے ہوئے تھے۔ اس لئے ہم انہیں بہت معزز دکھائی دیئے۔ جب انہوں نے ہمیں اندر داخل ہوتے دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید حکومت یا انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ نے ہمیں ان سے تفتیش کرنے یا ان سے معلومات حاصل کرنے کیلئے بھیجا ہے جس وجہ سے وہ کافی گھبرا گئے۔ لیکن بعد میں جب ان قیدیوں کو معلوم ہوا کہ ہم احمدی ہیں اور ہمارے خلاف کیس کی تفصیلات کا انہیں علم ہوا تو ان میں سے بعض نے ہمارے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کیا اور ان میں سے بعض جو کہ (ایک کالعدم جہادی تنظیم۔ ناقل) سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ ان چار احمدیوں کے خلاف کیا کیا جائے۔

جیل کی جس بیرک میں ہمیں بھیجا گیا تھا وہ میرا خیال ہے کہ صرف چالیس افراد کیلئے تھی لیکن اس میں 200 کے قریب افراد رکھے گئے تھے۔ لہٰذا وہاں بیٹھنے کیلئے بھی جگہ تلاش کرنا مشکل تھا۔ ایک شخص نے ہمیں اپنی دری دی کہ آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ ہم کچھ دیر وہاں بیٹھے اور دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ شام کو ہمیں احساس ہو گیا کہ ہمیں رات یہیں گزارنی پڑے گی۔ وہاں سونا ویسے ہی محال تھا چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا اور صدر عمومی کرنل ایاز محمود خان صاحب نے کہا کہ مجھے جیلر سے بات کرنے دیں کہ ہم انکے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ وہ لوگ منصوبہ بندی کر چکے ہیں کہ رات کو ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ وہ اس حد تک بھی جاسکتے تھے کہ ہمیں جان سے ہی مار دیں۔

پاکستانی جیلوں میں اگرچہ اسلحہ وغیرہ لیجانے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن ہمیں وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جیل کے اندر کس طرح چاقو بنائے جاسکتے ہیں اور چمچ کے دستے کو رگڑ کر تیز دھار والے چاقو کی شکل دیدی جاتی ہے۔ شام چھ بجے کے قریب سپرنٹنڈنٹ جیل اس بات کو سمجھ گیا کہ اگر رات کو انہیں یہاں رکھا گیا تو نیا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے یہ انتظام کیا کہ ہم اِسی بیرک میں رہیں لیکن دوسرے لوگوں کو وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے۔ اس بات پر دوسرے لوگ ہم سے بہت ناراض ہوئے۔ وہ جھنگ کے مضافات اور ضلع کی مختلف جگہوں سے تعلق رکھنے والے دیہاتی لوگ تھے۔ سب کے سب ان پڑھ اور جرائم پیشہ لوگ تھے۔ ہم نے چند گھنٹے ان جرائم پیشہ لوگوں میں گزارے۔ ان میں سے بعض نے بتایا کہ اس نے تین قتل کئے ہوئے ہیں اور بعض

نے بتایا کہ اس نے اپنی بہن کا قتل کیا تھا اور بعض ان میں سے ڈکیتی اور دیگر جرائم میں ملوث تھے۔

بہرحال یہ ان لوگوں کے درمیان گزارے ہوئے چند گھنٹے ایک اچھا تجربہ تھا۔ اس دوران ہی ہمیں معلوم ہوا کہ وہ کس طرح چاقو تیار کرتے ہیں اور کس طرح جیل میں لڑائیاں کرتے ہیں۔ ہم نے اخبارات میں ایک دفعہ یہ خبر پڑھی کہ جیل کے اندر دو گروپوں کے درمیان ہونے والی لڑائی میں دو پارٹیوں کے کئی افراد قتل کردیئے گئے۔ اُسوقت یہ سمجھنا مشکل تھا کہ جیل کے اندر ایسا کرنا کس طرح ممکن ہے مگر اب وہاں جانے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح وہاں تیز دھار چاقو تیار کئے جاتے ہیں۔

ہم نے ایک رات وہاں گزاری۔ اگلے دن انہوں نے ہمیں پانی اور صاف ستھری ٹائیلٹ کی سہولت فراہم کردی۔ اگرچہ وہ ویسی نہیں تھی جیسی آپ یہاں دیکھتے ہیں مگر اُس سے بہرحال بہتر حالت میں تھی جیسی بالعموم پاکستان کی جیلوں میں ہوتی ہیں۔ ہم نے کچھ راتیں تقریباً دس دن وہاں گزارے۔ جماعت کے لوگوں کو اسبارہ میں تشویش اور فکرمندی تھی۔ سات آٹھ دنوں کے بعد میں نے جان لیا کہ یہ کیس لمبا چلے گا۔ 295-C ایسی دفعہ تھی کہ اگر اس کی ضمانت کروا بھی لی جاتی تو کوئی اور دفعہ لگا کر کیس بنا دیا جاتا یعنی اگر یہ دفعہ ہٹا بھی دی جاتی تو کوئی اور دفعہ لگادی جاتی۔ غیر احمدی (مخالف) کو پورا یقین تھا کہ اس دفعہ اِس شخص کو یونہی نہیں جانے دیا جائے گا۔ چنانچہ سات آٹھ دنوں کے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو لکھ دیا کہ میرا خیال ہے کہ اس کیس کو کچھ وقت لگے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ کسی اور کو ناظر اعلیٰ مقرر کردیا جائے تاکہ وہ انجمن کے معاملات کو بغیر کسی رکاوٹ کے چلاتا رہے۔ حضور نے جواب بھجوایا کہ ناظر اعلیٰ آپ ہی رہیں گے۔ یہاں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ جیل کے افسران نے ہمارے ساتھ فراخدلانہ سلوک روا رکھا اور مجھے اس بات کی اجازت دے دی کہ میں چیک وغیرہ سائن کرسکوں۔ دیگر ذمہ داریاں قائم مقام ناظر اعلیٰ جن کو میں نے مقرر کیا تھا ادا کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی طرف سے یہ جواب ملنے کے بعد میں سمجھ گیا کہ اللہ کے فضل سے اب یہ کیس لمبا نہیں چلے گا اور اسکا فیصلہ جلد ہوجائے گا۔ جیل میں بعض ساتھیوں نے کچھ خوابیں بھی دیکھی تھیں جن کی میں نے یہ تعبیر کی کہ ہم جلد قید سے رہا کردیئے جائیں گے۔ گیارہ دن کے بعد ہم میں سے دو کو رہا کردیا گیا۔ باقی دو کو بھی اگلے دن چھوڑ دیا گیا۔ کیس تیار کرنے والے مجسٹریٹ نے اس کیس کو اس طرح تیار کیا کہ اس میں جرم کی شدت کو خوب اچھی طرح بیان کیا گیا تھا۔ اور آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ وہ مجسٹریٹ میرا دوست تھا یا کم از کم میرا دوست ہونے کا اظہار کرتا تھا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے یہ اندازا نہیں تھا کہ کیس کی سنگینی اس حد تک پہنچ جائے گی۔ چنانچہ جب اس نے ہمیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھا تو اس نے ایک اور رپورٹ تیار کی کہ اسے کچھ اور شواہد اور اشارے ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجرم نہیں ہیں۔ لیکن حکام (مخالفین) سے اس قدر خوفزدہ تھے کہ انہوں نے (مخالفین) کو پتہ نہیں لگنے دیا کہ وہ اس کیس کو ختم کرنے جارہے ہیں اور انہوں نے ایسا کردیا۔ (مخالف) یہی سمجھتا رہا کہ ہمارے خلاف کیس چل رہا ہے۔

تو یہ ہے ان سارے واقعات کا مختصر تذکرہ۔ میرے جیل کے ایک ساتھی نے ان دنوں کی مکمل رپورٹ لکھی تھی کہ جیل میں ہمارے شب و روز کس طرح گزرتے رہے۔ اسکی ایک کاپی یہاں بھی ہے جو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو دی گئی تھی۔ یہ بھی ایک دلچسپ روداد ہے۔

صدر صاحب:۔ ان دنوں قائم مقام ناظر اعلیٰ کون تھے؟

حضور:۔ مرزا خورشید احمد صاحب تھے۔

ندیم الرحمٰن:۔ مجلس انصار اللہ میں ذمہ داریوں کے متعلق حضور ہمیں کچھ بتائیں گے؟

حضور:۔ پہلے تو میں قائد وقف جدید رہا پھر قائد تعلیم القران۔ مگر آپ کا تعلق تو خدام الاحمدیہ سے ہے آپ انصار اللہ کے متعلق کیوں دریافت کررہے ہیں؟

ٹومی:۔ کیا میں حضور سے افریقہ میں گزارے ہوئے دنوں کے متعلق کچھ پوچھ سکتا ہوں یعنی یہ کہ حضور وہاں کن چیزوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور یہ کہ حضور افریقن لوگوں کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

حضور:۔ میں نے وہاں اپنے قیام کو کافی Enjoy کیا۔ جب میں وہاں گیا تھا اسوقت مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں ایک ایسی جگہ جارہا ہوں جہاں بجلی، گیس اور پانی نہیں ہے۔ سکول کے پرنسپل مجھے کماسی سے اپنے ساتھ سلاگا لے گئے۔ جوغانا کے شمالی علاقہ میں ایک دور دراز قصبہ ہے۔ یہاں ہماری رہائش ایک بہت چھوٹے سے مکان میں تھی۔ دو کمرے تھے اور سامنے تین چار فٹ کا برآمدہ تھا۔ اور ایک طرف کچن اور ٹائلٹ باتھ تھا۔ وہاں ایک کمرے میں میں رہتا تھا اور ایک کمرے میں وہ اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے۔ اس طرح رہنا بہت مشکل تھا اور آپ کو پتہ ہے کہ ایک احمدی کیلئے کتنی مشکل ہوسکتی ہے جہاں ساتھ ہی ایک فیملی بھی رہتی ہو۔ ٹائلٹ جانا ہو یا کسی اور جگہ جانا ہو اس کیلئے پہلے اعلان کرنا پڑتا تھا کہ میں باہر آرہا ہوں یا فلاں جگہ جانا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یعنی اپنی ہر حرکت کے بارہ میں پہلے سے آگاہ کرنا پڑتا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ میں چند ماہ انکے ساتھ وہاں قیام پذیر رہا۔ پھر میں نے الگ گھر میں رہائش رکھ لی۔ ایک سال تک اپنی فیملی کے بغیر اکیلا رہا۔ سلاگا سے ستر میل کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ٹمالے تھا۔ اُن دنوں ہم سکول کیلئے ایک نئے بلاک کی تعمیر کررہے تھے اور عمارتی سامان خریدنے ہم ٹمالے جایا کرتے تھے بلکہ گھر کی اشیاء اور کھانے پینے کی چیزیں خریدنے کیلئے بھی ہم وہاں جاتے تھے۔ ستر میل دور واقع ٹمالے جانے کیلئے ٹرانسپورٹ کی کوئی اچھی سہولت موجود نہیں تھی گورنمنٹ کی صرف ایک بس تھی جو ٹمالے جایا کرتی تھی۔ ایک صبح کے وقت جاتی اور دوسری شام کو جایا کرتی تھی۔ ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کب بس خراب ہوجائے گی۔ سب سے پہلے میں نے ٹمالے میں رہنے والے (مربیان) سے ہی چپاتی بنانا سیکھی تھی۔ عام طور پر میں ناشتہ بریڈ اور انڈے سے کرتا تھا۔ دوپہر کا کھانا نہیں ہوتا تھا۔ قریباً چار بجے سکول بند ہونے کے بعد میں شام کا کھانا تیار کرتا تھا۔ یام یا اسی قسم کے کسی سالن کے ساتھ کچھ چپاتیاں بناتا تھا۔ شروع کے ان دنوں میں میرا 25 پاؤنڈ وزن کم ہوگیا تھا جو کچھ دیر بعد ٹھیک ہوگیا تھا۔ تو یہ ایک Adventure تھا جسے میں نے Enjoy کیا۔

ان دنوں ایک اور ایڈونچر بھی ہوا۔ جیسے میں نے ذکر کیا ہے کہ صرف ایک ہی بس ہوا کرتی تھی جو ٹمالے اور سلاگا کے درمیان چلتی تھی بلکہ سلاگا سے سولہ سترہ میل آگے جہاں سڑک ختم ہوجاتی تھی وہاں تک یہ بس جاتی تھی۔ یہاں سے ولٹا ریجن شروع ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں اور ہمارے (مربی) رزاق بٹ صاحب ٹمالے جارہے تھے۔ رزاق صاحب آتے رہتے تھے اور دو دن میرے ساتھ ٹھہرا کرتے تھے اور بچوں کو اسلامیات پڑھایا کرتے تھے۔ بہرحال یہ بس جب Lake سے ٹمالے کیلئے روانہ ہوکر سلاگا پہنچتی تو اس میں کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ اس لئے ہم ایسے کرتے تھے کہ ٹمالے سے آنے والی بس جب سلاگا پہنچتی تو اس میں سوار ہوکر 17 میل کے فاصلے پر بس کے آخری سٹاپ تک جاتے جہاں سے بس میں بیٹھنے کی جگہ مل جاتی تھی کیونکہ وہاں بس خالی ہوجایا کرتی تھی اور آرام سے بیٹھنے کی جگہ مل جاتی تھی۔ لیکن اس طرح ہمیں بس میں سیٹ حاصل کرنے کیلئے مجموعی طور پر 34 میل کا زائد سفر کرنا پڑتا تھا۔

ایک دن یوں ہوا کہ بس کا جہاں آخری سٹاپ تھا وہاں جا کر بس خراب ہوگئی۔ یہ شام کا وقت تھا۔ اس وقت میں عمارتی سامان خریدنے جارہا تھا۔ سکول کی تعمیر کے سلسلہ میں وہاں سارے کام ہمیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ بلڈر بھی ہم ہی تھے اور کنٹریکٹر بھی ہم خود تھے۔ سب کچھ ہم ہی ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا میرے بریف کیس میں کافی بڑی رقم موجود تھی اور رات ہورہی تھی اس لئے ڈر تھا اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ یہ خوف تھا کہ کہیں کوئی یہ بریف کیس چھین کر نہ بھاگ جائے۔ آٹھ، نو اور پھر رات کے دس بج گئے لیکن بس کی مرمت کا کام مکمل نہ ہوسکا۔ آخر انہوں نے اعلان کیا کہ انہوں نے ایک ٹرک ڈرائیور کے ذریعہ جو کہ ٹمالے جارہا تھا وہاں پیغام بھجوایا ہے اس لئے جلد ہی دوسری بس آجائیگی۔ یہ جلد ہی آٹھ گھنٹے طویل تھا۔ چنانچہ ساری رات ہمیں وہاں گزارنی پڑی۔ مجھے ایک بینچ نظر آیا جس پر میں بیٹھ گیا اور بریف کیس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر کوئی شخص بریف کیس چھیننے کی کوشش کرے تو اگر میں سو جاؤں تو جھٹکے سے میری آنکھ کھل جائے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آدھی رات آپ سولیں اور آدھی رات میں سولوں گا تاکہ ہم بریف کیس کی حفاظت کرسکیں۔ اگلی صبح 4 بجے کے قریب بس آگئی اور اس طرح ہم ٹمالے پہنچے۔

ایک دفعہ سفر کے دوران راستہ میں ہی یہ بس خراب ہوگئی۔ ہمیں کوئی متبادل ذریعہ سفر نہ مل سکا تو ہم نے سامان سے لدے ہوئے ایک ٹرک پر بیٹھ کر 70 میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس طرح کے کئی مواقع ملے جنہیں میں نے Enjoy کیا۔

جب ہم وہاں زرعی فارم چلا رہے تھے تو میں کئی دنوں تک روزانہ اپنی رہائش سے فارم تک قریباً 35 میل کا فاصلہ ٹریکٹر پر طے کیا کرتا تھا۔ کبھی میں خود ٹریکٹر چلا کر جایا کرتا تھا اور کبھی ٹریکٹر کے مڈگارڈ پر بیٹھ کر جاتا تھا۔ جتنی دیر وہاں پہنچنے میں لگتی تھی اسوقت تک آدمی اتنا تھک چکا ہوتا تھا کہ وہاں پہنچ کر کام کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ پھر میں نے رات وہاں فارم پر گزارنی شروع کردی۔ وہاں رہائش کیلئے کوئی مکان تو بنا ہوا نہیں تھا بلکہ ایک کمرہ بھی نہیں تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا ہم وہاں کے مقامی لوگوں کے ساتھ رات کو قیام کرتے تھے۔ جھونپڑی نما کمرے ہوا کرتے تھے (ٹومی کی طرف دیکھتے ہوئے) تمہیں تو پتہ ہی ہو گا۔ کیا تمہیں کبھی گاؤں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے؟

وہ اپنے جھونپڑی نما گھر کے فرش پر دری بچھا دیتے ہیں اور اسی پر سویا جاتا ہے۔ مجھے نہیں پتہ کہ تمہیں اس قسم کا تجربہ ہے یا نہیں مگر مجھے اسکا خوب تجربہ ہے۔

ٹومی:۔ مجھے فرش پر سونے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن باقی سب تجربات سے گزر رہا ہوں۔

حضور: میں نے تو کئی راتیں جنگل میں بھی گزاری ہیں۔ رات کو جب آنکھ کھلتی تو میں اپنے اردگرد نظر دوڑا کر دیکھتا تھا کہ کہیں کوئی بچھو یا سانپ تو نہیں ہے کیونکہ اس علاقہ میں بہت سے سانپ اور بچھو پائے جاتے تھے۔

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

مکرم الیاس احمد صاحب صدر حلقہ سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ تحریر کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے معین احمد ولد مکرم طارق محمود صاحب نے قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔ موصوف مکرم محمد صدیق صاحب (نواب فیملی) کا پوتا ہے۔ اس کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت اس کی والدہ اور معلم سلسلہ مکرم نعمات احمد نیئر صاحب کو ملی ہے۔ عزیزم کی تقریب آمین مورخہ 13/اپریل 2012ء کو منعقد ہوئی۔ جس میں مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ ضلع کوئٹہ نے قرآن کریم کا کچھ حصہ سنا اور دعا کروائی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ بچے کو قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

ایک شعری نشست

ایک مختصر شعری نشست مورخہ 28/اپریل 2012ء کی دوپہر کو ایم ایف سی ربوہ کے ہال میں منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب آف ربوہ حال ناروے اور صدر مجلس مکرم مبارک احمد عابد صاحب تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مکرم عبدالصمد قریشی صاحب نے سرانجام دیئے۔ دیگر شعراء میں مکرم عبدالکریم قدسی صاحب، مکرم فرید احمد ناصر صاحب، مکرم اکرم احسان صاحب (میزبان) اور ابن کریم صاحب شامل تھے۔ مکرم محمد اسحق صاحب نے عبدالکریم قدسی صاحب اور خواجہ عبدالمومن صاحب کا کلام ترنم سے پیش کیا۔ کھانے اور دعا کے ساتھ مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔

درخواست دعا

مکرم ناصر احمد مظفر صاحب اکاؤنٹنٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری بھاوجہ مکرمہ ارشاد تبسم صاحبہ زوجہ مکرم محمد اقبال صاحب غازی روڈ لاہور کا مورخہ 3 مئی 2012ء کو سرگنگا رام ہسپتال لاہور میں گائنی، ہرنیا اور پتہ کا آپریشن ہوا ہے۔ دو ہفتہ ہسپتال داخل رہنے کا کہا گیا ہے۔ احباب سے ان کے تمام آپریشنز کی کامیابی اور بعد کی پیچیدگیوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

معلم سکول کا دوبارہ اجراء

(فضل عمر گرلز مڈل معلم سکول 312 ج۔ب کھتووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

خدا کے محض فضل و کرم سے نظارت تعلیم فروغ تعلیم کے سلسلہ میں کوشاں ہے اور تعلیمی منصوبہ جاری کردہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں معلم سکولز ایسی جماعتوں میں کھولے جا رہے ہیں جہاں گورنمنٹ یا پرائیویٹ سکولز نہ ہوں اور احمدی بچوں کو دور جانا پڑ رہا ہو۔ اب تک خدا کے فضل سے 8 سکولز بیرون از ربوہ جاری ہو چکے ہیں اب 9واں سکول جاری کیا جا رہا ہے۔

فضل عمر گرلز معلم سکول 312 ج۔ب کھتووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ 1933ء میں نہایت خوبصورت پختہ عمارت میں شروع ہوا تھا وقت کے ساتھ ساتھ یہ سکول کئی ادوار سے گزرتا ہوا گزشتہ کئی سالوں سے متروک ہو چکا تھا۔ اب اس کو دوبارہ بچیوں کیلئے چھٹی اور ساتویں کلاسز سے جاری کیا جا رہا ہے کیونکہ ابھی عمارت مرمت اور تعمیر کے مرحلہ میں ہے۔ تاہم فی الوقت مکرم آفاق احمد صاحب باجوہ (باجوہ کلاتھ ہاؤس ربوہ) کے آبائی گھر میں جاری کر دیا گیا ہے۔ اس کا باقاعدہ افتتاح 27/اپریل 2012ء کو بعد نماز جمعہ مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب نائب ناظر تعلیم نے کیا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مکرم لیاقت علی صاحب صدر جماعت نے مختصر تعارف پیش کیا اور پھر پروفیسر شاہد احمد باجوہ تعلیم الاسلام کالج نے تعلیم کی اہمیت بیان کی۔ مکرم نائب ناظر صاحب تعلیم نے سکول کے قیام کی غرض اور ضرورت کا ذکر کرکے تعلیم کی افادیت بیان کی۔ دعا کے بعد حاضرین کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ حاضری 60 تھی اس وقت 20 بچیاں داخل ہو چکی ہیں۔ 7 داخلہ کیلئے تیار ہیں دو معلمات پڑھانے کیلئے مقرر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سکولز کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم مرتضیٰ احمد صاحب لقمان ہیئر ڈریسرز کالج روڈ اطلاع دیتے ہیں۔

خاکسار کا بھانجا عزیزم حماد احمد عمر 9 سال اور بھانجی رابعہ بشارت بنت مکرم بشارت احمد صاحب گوجرانوالہ عمر 14 سال کے دل بڑھ گئے ہیں ربوہ میں علاج ہو رہا ہے بچی کی حالت زیادہ تشویشناک ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں بچوں کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

سالانہ تقریب تقسیم انعامات 2011ء

(مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کو اپنی سالانہ تقریب تقسیم انعامات و اسناد برائے سال 2011ء مورخہ 23/اپریل 2012ء کو ایوان ناصر دفاتر مجلس انصاراللہ پاکستان میں منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان تھے۔

شام پونے چھ بجے کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور عہد کے بعد مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب قائد تربیت مجلس انصاراللہ پاکستان نے مختلف تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی۔

ازاں بعد مکرم صدیق احمد منور صاحب منتظم عمومی مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ نے سال 2011ء کی کارگزاری رپورٹ خلاصۃً پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زعامت علیا ربوہ کو سال 2011ء کے مقابلہ حسن کارکردگی بین المجالس میں اول قرار دیا گیا اور علم انعامی کا حقدار بھی ٹھہرایا گیا۔

انہوں نے مختلف شعبوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ زعامت علیا ربوہ نے علمی ریلی اور سپورٹس ریلی میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اسی طرح مقابلہ مقالہ نویسی میں بھی اول انعام زعامت علیا کے ناصر نے حاصل کیا۔ اسی طرح مقامی کی سطح پر بھی علمی اور ورزشی مقابلہ جات منعقد کیے گئے اور پوزیشن حاصل کرنے والے انصار میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔ 59 میڈیکل کیمپ لگا کر 5 ہزار 384 مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ اور اس کیلئے 21 لاکھ 26 ہزار 889 روپے کی ادویات مستحقین کو مہیا کی گئیں۔ اسی طرح تقریب آمین ریفریشر کورسز، اجلاسات، سیمینارز، کلاسز داعیان اور دوسری خصوصی پروگرام بھی منعقد کیے گئے۔ سالانہ تربیتی پروگرام بھی لیڈیز پارک بیوت الحمد کالونی میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ محلّہ جات میں تربیتی امور کیلئے مجلس مقامی کے ممبران عاملہ نے گھر گھر رابطہ پروگرام میں بھی بھرپور شرکت کی۔

محلّہ جات ربوہ کے درمیان حسن کارکردگی کے لحاظ سے دارالفتوح غربی اول، کوارٹرز تحریک جدید دوم اور دارالرحمت شرقی بشیر سوم قرار پائے۔

ازاں بعد محترم صدر مجلس نے پوزیشن پانے والے محلّہ جات کے زعماء کو اسناد خوشنودی اور انعامات تقسیم کیے اور حاضرین سے خطاب کیا۔ محترم صدر صاحب کے خطاب کے بعد محترم نصیر احمد چوہدری صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ نے اختتامی کلمات کہتے ہوئے تمام حاضرین اور مہمانان خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صدر مجلس نے اختتامی دعا کروائی۔ نماز مغرب و عشاء جمع کرکے ادا کی گئیں اور تمام حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سب احباب کو بہتر رنگ میں مقبول خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ ایم آر طاہر)

نکاح و تقریب شادی

مکرم مبارک احمد عابد صاحب ولد مکرم ذوالفقار علی صاحب دارالعلوم شرقی برکت ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی بیٹی مکرمہ شائلہ مبارک صاحبہ کے نکاح کا اعلان مورخہ 14/اپریل 2012ء کو ہمراہ مکرم شاہد پرویز صاحب ولد مکرم محمد رمضان صاحب آف فیصل آباد حال مقیم کینیڈا کے ساتھ مبلغ دس ہزار کینیڈین ڈالر زحق مہر پر مکرم جاوید احمد جاوید صاحب مربی سلسلہ نے کیا۔ مورخہ 17/اپریل 2012ء کو رخصتی ہوئی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو خاندانوں کیلئے بابرکت فرمائے۔ آمین

ضرورت بیلدار

نظارت زراعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو اپنے زرعی فارم کیلئے ایک بیلدار کی ضرورت ہے جو کھیتی باڑی اور جانوروں کی دیکھ بھال کا تجربہ رکھتا ہو۔ معقول تنخواہ اور رہائش کا انتظام ہے۔ خواہشمند احباب صدر محلّہ کی تصدیق کے ساتھ درخواست لکھ کر نظارت زراعت سے رابطہ کریں۔

(نظارت زراعت)

عطیہ خون خدمت خلق ہے

خبریں

بدترین لوڈ شیڈنگ سے عوام بلبلا اٹھے

گرمی کی شدت میں اضافے اور بجلی کی پیداوار میں کمی کے باعث شارٹ فال ملکی تاریخ کی بلند ترین سطح 7 ہزار میگاواٹ سے تجاوز کر گیا، پنجاب میں ہر آدھے گھنٹے بعد تین گھنٹے لوڈ شیڈنگ نے عوام کا جینا حرام کر دیا۔ پینے کا پانی نایاب، کاروبار ٹھپ، عوام بلبلا اٹھے۔ جگہ جگہ مظاہرے، پنجاب کے عوام کا کہنا ہے کہ دیگر صوبوں کی نسبت پنجاب میں تین گنا زیادہ اور غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کی جا رہی ہے جو پنجاب کے کاروباری طبقے و عوام کے ساتھ سراسر زیادتی اور ناانصافی ہے۔

الظواہری پاکستان میں ہے، ہیلری ثبوت دیں

امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے کہا ہے کہ القاعدہ کے نئے سربراہ ایمن الظواہری پاکستان میں روپوش ہے۔ ہم ان افراد کا تعاقب کرتے رہیں گے جو القاعدہ کو چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حافظ سعید کے معاملے پر بھارت کے ساتھ ہیں اور اس ضمن میں پاکستان کے اقدامات ناکافی ہیں۔ امید ہے کہ پاک امریکہ تعلقات جلد بحال ہو جائیں گے اور پاکستان نیٹو سپلائی کھول دے گا وزیر خارجہ حنا ربانی کھر نے کہا کہ القاعدہ کے سربراہ ایمن الظواہری کی پاکستان میں موجودگی سے متعلق کوئی اطلاعات نہیں، اگر امریکہ کے پاس انٹیلی جنس اطلاع ہے تو پاکستان کے ساتھ شیئر کرے۔

ڈرون حملوں اور منفی بیانات سے تعلقات خراب ہوں گے

پارلیمنٹ کی قومی سلامتی کے حوالے سے خصوصی کمیٹی کی طرف سے ایک بار پھر اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ قومی سلامتی اور ملکی مفادات پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ امریکہ کو پاکستان کی پارلیمنٹ کی منظور کردہ سفارشات کا احترام کرنا چاہئے۔ قومی سلامتی کمیٹی کے ارکان کی طرف سے امریکی وزیر دفاع لیون پینٹا کے ڈرون حملے کے بارے میں بیانات پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر ڈرون حملے ناقابل برداشت ہیں۔ ڈرون حملے پاکستان کی سالمیت اور خودمختاری پر وار اور بین الاقوامی قوانین کی سنگین خلاف ورزی ہیں۔ کمیٹی نے امریکی وزیر دفاع کے بیان پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے بیانات سے فضا بہتر ہونے کی بجائے مزید خراب ہوگی۔

استعفے دے کر حکومت کو کھلی چھٹی نہیں دے سکتے

مسلم لیگ (ن) کے صدر نواز شریف نے کہا ہے کہ حکومت کی طرف سے عدلیہ کے فیصلوں پر عمل نہ کرنے کی روش تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ استعفے دے کر حکومت کو کھلی چھٹی نہیں دے سکتے۔ عدالتی فیصلے پر عمل کروا کر دم لیں گے۔ ہماری جنگ قانون کی بالادستی کیلئے ہے۔

سکول کی چھت گرنے سے 7 طالبات جاں بحق 25 سے زائد زخمی

نارووال کی تحصیل شکر گڑھ میں نجی سکول کی چھت گرنے سے 7 طالبات جاں بحق جبکہ 25 سے زائد شدید زخمی ہو گئیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے تحقیقات کا حکم دے دیا۔ زخمیوں میں سے 6 کی حالت نازک بتائی جاتی ہے سکول انتظامیہ کے مطابق سکول کے ساتھ نئی عمارت کی تعمیر کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا۔

☆......☆......☆

ربوہ میں طلوع وغروب 9 مئی

طلوع فجر	3:48
طلوع آفتاب	5:14
زوال آفتاب	12:05
غروب آفتاب	6:56

تریاق مثانہ کثرت پیشاب کی مفید ترین دوا
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
فون: 047-6212434

سروس شوز پوائنٹ کالج روڈ سے اقصیٰ روڈ پر منتقل ہو چکی ہے
سروس شوز پوائنٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
سکول شوز کی تمام ورائٹی دستیاب ہے
0476212762-0301-7970654

نورتن جیولرز ربوہ
فون گھر 6214214 فون
047-6211971: دکان 6216216

FR-10